

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ 11

نومبر 2015

جلد نمبر 4

اسلام پر امن مذہب ہے!!

مولانا محمد قاسم نانوتوی

مسجد اقصیٰ پر حالیہ اسرائیلی حملہ



غیر پختہ نخواستہ آسمانی کا تاریخ ساز فیصلہ
عقیدہ ختم نبوت۔۔ شامل نصاب

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com



مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ
ماہنامہ
سرگودھا

شمارہ نمبر 11

نومبر 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا
محمد الیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنۃ والجماعت
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

300 سالانہ
روپے زرتعاون

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام

WhatsApp

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

3 خیر پختون خوا اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ

..... ادارہ

8 مسجد اقصیٰ پر حالیہ اسرائیلی حملہ

..... خورشید عالم داؤد قاسمی حفظہ اللہ

15 کیا اہل کتاب کافر نہیں؟

..... مولانا محمد مبشر بدر حفظہ اللہ

21 حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

..... نعمان محمد امین حفظہ اللہ

37 صحیح حدیث قرآن کے خلاف نظر آئے تو؟؟

..... محمد شعیب حیدری حفظہ اللہ

50 اسلام پر امن مذہب ہے!!

..... مولانا محمد اختر حنفی حفظہ اللہ

53 عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں

خیبر پختون خوا اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ عقیدہ ختم نبوت... شامل نصاب

کھ..... ادارہ

ختم نبوت اہل اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی رو سے اس عقیدہ کے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ کافی عرصہ سے ہمارے ملک میں قادیانی لابی سادہ لوح مسلمانوں بالخصوص اسکولز اور کالجز میں زیر تعلیم بچوں اور بچیوں کو غیر مسلم بنانے میں کافی سرگرم ہے۔ ان سے اپنی نسل نو بچانا بہت ضروری ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ مولانا فضل غفور ممبر صوبائی اسمبلی (خیبر پختون خوا، پاکستان) اور ان کے رفقاء کار نے اسمبلی کے فلور پر عقیدہ ختم نبوت کو شامل نصاب کرانے کی قرارداد پیش کی۔ جسے معزز ممبران اسمبلی نے متفقہ طور پر تسلیم کیا۔ موصوف کی ساری جدوجہد کی روداد ان کے اپنے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ کریم ان کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت نصیب فرمائے۔

7 ستمبر 1974 کو 4 بج کر 35 منٹ پر قومی اسمبلی کے فلور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود اور ان کے رفقاء کرام کی کوششیں رنگ لائیں۔ پورے ملک میں ایک عظیم الشان جشن کا سماں بن گیا۔ ختم نبوت پر جان نثار کرنے والے عام مسلمان خوشی سے دیوانے ہو گئے، ہر دل جھوم اٹھا، ہر دماغ



مہک اٹھا۔ گلیاں اور بازار نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد، سے گونج اٹھے۔ چنانچہ آئین پاکستان (1973ء) کے دفعہ 260 میں ترمیم کے ذریعے شق 3 درج کی گئی۔

غیر مسلم وہ ہو گا "جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخر نبی ﷺ ہے کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کے اغراض کیلئے مسلمان نہیں ہے۔"

پھر یہ سلسلہ آگے چلتا ہوا امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء پر منبج ہوا اور یوں ایکٹ نمبر 45، 1860ء کے اضافی دفعات 298 ب اور ج کے ذریعے قادیانیوں پر درج ذیل پابندیاں لگوائی گئیں۔

(1) 298-B قادیانی اور لاہوری گروپ مرزا قادیانی کے جانشین ساتھیوں کو "امیر المؤمنین" یا "صحابہ" یا اس کی بیوی کو "ام المؤمنین" یا اسکے خاندان کے افراد کو "اہل بیت" کے الفاظ سے پکارنا قانوناً ممنوع ہو گا۔ نیز اپنی عبادت گاہ کو مسجد بھی نہیں کہہ سکیں گے۔

(2) 298-B قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہو یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کیلئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب نہیں کر سکیں گے۔

(3) 298-B قادیانی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہو یا تحریری یا مرئی



نفوش کے ذریعے اپنے مذہب کے تبلیغ یا تشہیر کریں یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دیں یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کریں، مطلقاً ممنوع اور قابلِ تعزیر جرم متصور ہوگا۔ جس کی سزا 31 تین سال تک قید بھی ہو سکتی ہے۔

اس آئینی اور قانونی جیت نے قادیانیت کے تمام راستے جب بند کر دیے تو ملک بھر میں موجود قادیانی لابی نے اپنے مذہب کی دعوت اور تبلیغ کیلئے زیر زمین خفیہ منصوبے شروع کئے۔ چنانچہ نسل نو کو جہاں علمائے دین اور مذہبی اداروں سے دور رکھنے کیلئے شعوری اور لاشعوری طور پر ہمارے اپنی ہی ادارے استعمال کرائے گئے۔ اور علمائے دین سے بیزار کرنے کے بعد قادیانیوں نے تعلیمی اداروں کا رخ کیا اور بالخصوص ان تعلیمی اداروں کو حذف (Traget) بنایا گیا جہاں خوشحال گھرانوں کے Elite Class کے بچے پڑھتے ہیں۔ جو کہ پڑھ کر ملک کے زمام اقتدار اپنے ہاتھ لینے جارہے ہیں ان معصوم اور دینی تربیت سے خالی الذہن نوجوان طالب علموں کو مختلف طریقوں سے گمراہ کیا جانے لگا۔ چنانچہ پرنسٹن، کیمبرج اور آکسفورڈ جیسے مایہ ناز شہرت یافتہ بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں پڑھانے کی لالچ دے کر معصوم ذہنوں کو قادیانیت کے ہتھے چڑھائے گئے۔ مجھے میرے ایک دوست نے یونیورسٹی کے ایک Gathereing Hall میں منعقدہ ایک فیسٹیول میں درجنوں سنی محمدی نوجوانوں کا اجتماعی طور پر قادیانی بننے کا قصہ جب سنایا تو میرے ہوش اڑ گئے کیونکہ بحیثیت ایک گنہگار مسلمان بھی میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی مسلم نوجوان پاکستان کے اسلامی مملکت میں خواجہ یثرب تاجدار ختم نبوت، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ساقی کوثر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے چوکھٹ کو الوداع کہہ کر قادیانی بن جائے۔

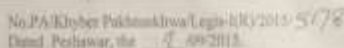


میں نے فوری طور پر یونیورسٹی کے VC صاحب کو مذکورہ قادیانی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور آئین پاکستان کے دفعہ 298 کے B اور C شق کے مطابق قادیانیت کی پرچار پر پابندی سے بھی آگاہ کیا۔ اور وہاں کے صوبائی امیر عالمی مجلس ختم نبوت مولانا مفتی شہاب الدین پولزئی کو ختم نبوت کے عنوان سے کام شروع کرنے کی درخواست کی۔ ساتھ ہی دعوت و تبلیغ کی محنت سے وابستہ دوستوں اور جمیعتہ طلباء اسلام کے جانباز کارکنوں کو فکر مند ہونے کی گزارش کی۔ اور ان سے قادیانی گروہ کا تعاقب کرنے کو کہا۔

نیز دیگر ایلٹ کلاس تعلیمی اداروں میں بھی اپنی بساط کے مطابق دوستوں کو قادیانیت کے تعاقب اور ختم نبوت کے دفاع کی درخواست کی۔ لیکن یہ مستقل حل نہیں تھا۔ اس لیے نصاب تعلیم میں ختم نبوت کا مضمون لازمی طور پر شامل کئے بغیر نوجوان نسل کو فرداً فرداً ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کی ضلالت سے آگاہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

چنانچہ جب 7 ستمبر کو یوم ختم نبوت منایا جا رہا تھا اسی دن خیبر پختونخواہ اسمبلی کا اجلاس بلا یا گیا۔ اور اتفاقی طور پر یہی دن پرائیوٹ ممبر ڈے Declare کیا گیا جس میں اپوزیشن سے وابستہ ممبران اسمبلی بھی اپنی طرف سے کوئی قرار داد پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ختم نبوت کے مضمون کو شامل نصاب کرانے کیلئے قرار داد جمع کی اور یوں وہ 7 ستمبر 2015 عصر کو عین اسی وقت اسمبلی سے متفقہ طور پر پاس ہوا جس وقت 7 ستمبر 1974 کی عصر کو قومی اسمبلی سے ختم نبوت کا قانون پاس ہوا تھا۔ اور دو دن بعد 9 ستمبر 2015 کو اس کا باقاعدہ آفیشل نوٹیفیکیشن جاری ہوا۔

آفیشل نوٹیفیکیشن کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔



I am directed to say that the Provincial Assembly of Khyber Pakhtunkhwa in its sitting held on 07-09-2015 has unanimously passed the following Joint Resolution No. 782 moved by Mr. Inayat Ullah, Senior Minister for Local Government, Elections & Rural Development Khyber Pakhtunkhwa, Mr. Shah Raza Khan, Senior Minister for Health Khyber Pakhtunkhwa, Mr. Saad Uddin, Parliamentary Secretary for Local Government, Khyber Pakhtunkhwa, **Maulana Mufli Fazel Ghaffar**, Syed Jaffer Shah, Senior Awarazgah Nadeem and Mr. Nighat Ortozai, Members Provincial Assembly of Khyber Pakhtunkhwa

[illegible]

F.No.PA/Khyber Pakhtunkhwa/Legis-4(R)/2015/ 51766 Dated 09/09/2015.

1. Mr. Inayat Ullah, Senior Minister for Local Government, Elections & Rural Development, Khyber Pakhtunkhwa
2. Mr. Shah Ram Khan, Senior Minister for Health, Khyber Pakhtunkhwa,
3. Mr. Saeed Qid, Parliamentary Secretary for Local Government, Khyber Pakhtunkhwa,
4. **Maulana Mufti Fazal Ghaffor, Member Provincial Assembly,**
5. Syed Jafar Shah, Member Provincial Assembly,
6. Sardar Aurangzeb Naotoo, Member Provincial Assembly,
7. Mr. Nighat Orakzai, Member Provincial Assembly,
8. The Principal Secretary to President of Pakistan, Islamabad,
9. The Principal Secretary to Prime Minister of Pakistan, Islamabad,
10. The Secretary, National Assembly of Pakistan, Islamabad,
11. The Secretary, Senate of Pakistan, Islamabad,
12. The Chief Secretary, Khyber Pakhtunkhwa,
13. The Additional Chief Secretary, Khyber Pakhtunkhwa,
14. The Secretary to Government of Khyber Pakhtunkhwa, Law, Parliamentary Affairs and Human Rights Department,
15. The Principal Secretary to Governor, Khyber Pakhtunkhwa,
16. The Principal Secretary to Chief Minister, Khyber Pakhtunkhwa,
17. The Special Secretary/Director, U.T, Provincial Assembly of Khyber Pakhtunkhwa,
18. The P.S to Minister for Elementary and Secondary Education, Khyber Pakhtunkhwa,

Provincial Assembly of Khyber Pakhtunkhwa.

مسجد اقصیٰ پر حالیہ اسرائیلی حملہ

بھ..... خورشید عالم داؤد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد اقصیٰ کا مسئلہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں ہے؛ بل کہ یہ پورے عالم اسلام کا قضیہ ہے۔ مسلمانان عالم شاید یہ بھول رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ قبلہ اول ہے۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد، جس مسجد کا نمبر ہے وہ مسجد اقصیٰ ہے۔ یہ وہی مسجد اقصیٰ ہے، جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے رات میں لائے گئے تھے۔ اسی مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء (علیہم السلام) کی امامت کی تھی۔ پھر یہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا مبارک سفر شروع ہوا تھا۔ یہ وہی مسجد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَصَلَّاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ يَخْتَمِسِينَ إِلَيْهِ صَلَاةٌ" کہ ایک شخص کی مسجد اقصیٰ کی ایک نماز (ثواب میں) پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 1413)

خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد، عالم عرب ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ پھر 14 / مئی 1948 کا وہ بدترین دن بھی آیا، جس دن قلب عرب میں، فلسطین کی 55 فیصد اراضی پر زبردستی "اسرائیل" کے نام سے ایک آزاد، غاصب اور ناجائز صہیونیت زدہ یہودی ریاست کے قیام کا اعلان ہوا۔ پھر اسرائیل کی طرف سے بار بار تھوپی جانے والی جنگ و جدل کے نتیجے میں، آج فلسطین نام کی ریاست کے لیے دس فی صد زمین بھی باقی نہیں رہی؛ بل کہ فلسطین اپنے وجود کی جنگ لڑ رہا ہے اور وہ "اقوام متحدہ" جس کی "جنرل اسمبلی" نے 1947 میں زبردستی فلسطین کی تقسیم کا فیصلہ کیا، آج خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے۔ بہت احسان کیا تو ایک قرارداد منظور کروادیا جسے اسرائیل اپنے



جو توں کی نوک سے روند کر تخریبی کارروائی اور دہشت گردی میں منہمک رہتا ہے۔
اسرائیل کے قیام کے بعد سے آج تک کئی جنگیں ہو چکی ہیں۔ ان جنگوں میں
لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی شہریوں کا قتل عام ہوا، ہزاروں شہروں اور گاؤں کو تباہ و
برباد کیا گیا ہے اور ہر جنگ میں فلسطینی اراضی پر اسرائیلیوں نے قبضہ کیا ہے۔

1967ء کی چھ روزہ عرب-اسرائیل جنگ کے میں، اسرائیل نے ناجائز
طریقے سے عرب کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا، جس میں مشرقی یروشلم بھی شامل
ہے، جہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ اس وقت سے مسجد اقصیٰ سے اسرائیل کی نظر ہٹی
نہیں ہے۔ اقصیٰ پلازا پر یہودیوں کے لیے عبادت کی اجازت نہیں تھی۔ اب شدت
پسند صہیونیوں کا اسرائیلی حکام سے یہ مطالبہ ہے کہ ان کو اقصیٰ کے باہر والے کمپاؤنڈ
میں عبادت کی اجازت دی جائے۔

یہ ایسا مطالبہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے مسلمانوں کو گراں گزرتا اور اس
سے وہ مشتعل ہوتے ہیں اور یہ مشتعل ہونے کی بات بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ صہیونی
شدت پسندوں کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکام کا بھی یہی ارادہ ہے کہ "مسجد اقصیٰ" کو
جلد از جلد اپنی نام نہاد عبادت گاہ کی میں تبدیل کر دیں۔

یہودیوں کے نئے سال کی آمد کے موقع سے، 13 / ستمبر 2015ء کو فجر کے
وقت، غاصب ریاست اسرائیل کی پولیس اور فوج نے مسجد اقصیٰ کے احاطہ میں داخل
ہو کر، آنسو گیس اور دستی بم کی مدد سے یورش اور ہنگامہ شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے
"مسجد اقصیٰ" پر حملہ کر کے جانماز کو جلایا، توڑ پھوڑ کیا، عمارت کو نقصان پہنچایا اور
درجنوں فلسطینیوں کو زخمی کیا۔ دو سیکورٹی گارڈز کو گرفتار کیا؛ جب درجنوں نمازیوں کو
قید کیا۔ 50 / سال سے کم عمر کے ان نمازیوں کو جو "مسجد اقصیٰ" میں نماز کے لیے



جار ہے تھے، ان کو جانے سے روک دیا۔ یہیں پر بس نہیں کیا؛ بل کہ اسرائیلی فوجیوں نے مسجد کے اندرونی حصہ میں دھاوا بولتے ہوئے وہاں موجود درجنوں نمازیوں کو طاقت کے بل پر مسجد سے باہر نکال دیا۔ پھر اسرائیلی فوجیوں نے حملہ کے بعد، مسجد بند کر دی اور نمازیوں و عبادت گزاروں کو احاطہ مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ لوگ پتھر اڈ اور سنگ باری کر رہے تھے، جس کے جواب میں یہ سب ہوا۔ اس حملے کے بعد، اسرائیلی فوجیوں نے اب تک تقریباً 47 / فلسطینیوں کو حراست میں لے رکھا ہے جس میں کئی معصوم بچے بھی شامل ہیں۔

الجزیرہ کے نمائندہ اسکوٹ نے اس حالیہ حملے کے سلسلے میں کہا ہے کہ کچھ یہودی جماعتیں جن کو مسجد اقصیٰ میں جانے اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں ہے، وہ وہاں داخل ہو گئیں، جو اڈا تصادم و ہنگامہ کا سبب بنی۔ پھر اسرائیلی پولیس اور فوجیوں نے حملہ شروع کر دیا۔ ایک دوسری رپورٹ کے مطابق شروع میں کچھ قدامت پرست نوآبادیہودیوں نے فلسطینی مسلمانوں کو اشتعال دلایا اور براہیختہ کیا جب کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد جارہے تھے۔ پھر اسرائیلی پولیس اور فوج نے ان یہودیوں کی مدد کرتے ہوئے، حملہ شروع کر دیا۔

وجہ جو بھی رہی ہو؛ لیکن پوری دنیا اس بات سے واقف ہے کہ اسرائیلی پولیس اور افواج ہمیشہ جارحانہ، ظالمانہ اور دہشت گردانہ کارروائی میں یقین رکھتی ہے، جیسے وہ ماضی میں ہزاروں فلسطینیوں کے قتل اور لاکھوں کے زخمی کرنے کی مجرم ہیں، اس بار بھی اس حملہ میں وہ ہمیشہ کی طرح مجرم ہیں۔ رہی بات قدامت پرست نوآبادیہودیوں کی؛ تو وہ اس سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کو بے لگام ہو کر سب کچھ کرنے کی اجازت ہے؛ کیوں کہ اسرائیلی حکام ان کے خلاف کوئی اکشن نہیں لے سکتے؛ بل کہ یہ

کہنا چاہیے کہ انہیں اسرائیل حکومت کا کھلا تعاون حاصل ہے۔

جہاں تک فلسطینیوں کی طرف سے پتھراؤ کی بات ہے؛ تو یہ دنیا کو بیوقوف بنانے کا انوکھا طریقہ ہے۔ وہ بددوق، پستول، مشین گن، ٹینک اور طرح طرح کے مہلک ہتھیاروں اور بموں سے حملہ کریں؛ تو دفاع اور اگر کوئی اپنی جان، اپنے گھر اور اپنی عبادت گاہ کی حفاظت کے لیے سنگ باری اور پتھراؤ کرے؛ تو ظالم اور دہشت گرد ٹھہرے! یہ کہاں کا انصاف ہے!

ابھی کچھ دنوں کی بات ہے کہ غاصب اسرائیل کی حکومت نے پولیس اور دیگر سیکوریٹی اداروں کے اراکین کو پتھراؤ کرنے والے فلسطینیوں پر گولی چلانے کی عام اجازت دے دی ہے۔ اسرائیل کے اس اقدام کو انسانی حقوق کی تنظیموں نے بین الاقوامی قوانین کی سخت خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق یہ نیا قانون اسرائیلی سیکوریٹی اہل کاروں کو بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام کا نیلا سنسن دینے کے مترادف ہے۔ مگر اقوام متحدہ کی قراردادوں کو صبح و شام ٹھکرانے کے عادی لوگ، ان انسانی حقوق کی تنظیموں کے بیان پر کب توجہ دے سکتے ہیں؟!

اس حالیہ اسرائیلی حملے کے بعد جہاں ایک طرف کچھ انسانیت نواز لوگوں نے سڑکوں پر آکر اپنا احتجاج درج کرایا، وہیں دوسری طرف مسلم حکمرانوں نے بھی اس ظالمانہ تخریب کاری اور جارحیت و بربریت پر بروقت اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اسرائیلی کارروائی کے بعد، اگر تمام مسلم ممالک کے حکمران بروقت اپنی زبان کھولنے کے عادی ہو جائیں؛ تو امید ہے کہ اس کا مثبت نتیجہ آئے گا اور اسرائیلی حکومت کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے بار بار اس کے رد عمل پر ضرور غور کرے گی۔

خادم حرمین شریفین نے کھل کر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اقوام



متحدہ میں اپنا احتجاج درج کرایا ہے۔ سعودی بادشاہ نے اس خطرناک اسرائیلی چڑھائی کی بھرپور مذمت کی۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ میں حملے کے بعد اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل اور سیکورٹی کونسل کے ممبران کو فوری سخت اقدام اٹھانے کی اپیل کی ہے۔ انہوں نے اس معاملہ کے حل کے لیے بین الاقوامی لیڈران سے بروقت سنجیدہ کوشش کرنے کی اپیل بھی کی اور سیکورٹی کونسل سے درخواست کی کہ اس تصادم و شورش کو ختم کرنے کے لیے فوری مداخلت کرے۔ انہوں نے کہا کہ عبادت گزاروں پر حملہ کرنا احترام مذاہب کے خلاف ہے جو دنیا میں شدت پسندی کو بڑھاوا دے گا۔ خادم الحرمین نے باضابطہ فون کر کے برطانوی وزیر اعظم کیمرن، روسی صدر پٹن اور فرانس کے صدر ہولانڈ سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیلی حملے کے خلاف سنجیدہ کوشش کریں!

اسی طرح اردن کی حکومت نے بھی اسرائیلی فوجیوں کے اس حملے اور فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ کاروائیوں کی مذمت کی ہے۔ اردن کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ قبلہ اول کا دفاع امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ مسجد اقصیٰ ماضی کی بنسبت اس وقت کہیں زیادہ خطرات سے دوچار ہے۔ اردن کی حکومت نے اس بات کو واضح طور پر کہا ہے کہ اب یہودی شریکوں کے ہاتھوں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور اسرائیلی افواج کے ہاتھوں معصوم فلسطینیوں پر طاقت کے بے جا استعمال کے بعد خاموش رہنے کا کوئی جواز نہیں۔

عرب لیگ نے بھی بروقت قدم اٹھایا ہے جو قابل ستائش ہے۔ عرب لیگ کے وزرائے خارجہ کا اجلاس 27 / ستمبر کو نیویارک میں ہونا طے پایا ہے۔ عرب لیگ کے سکریٹری جنرل: نبیل العربی نے کہا ہے کہ اس اجلاس میں فلسطینیوں پر اسرائیلی فوج کی ظالمانہ و دہشت گردانہ کاروائیوں، مسجد اقصیٰ کے خلاف صہیونی سازشوں،

اقصیٰ کی مسلسل بے حرمتی کو روکنے پر غور و خوض کیا جائے گا۔

عرب لیگ کی طرح اسلامی ممالک کی نمائندہ تنظیم او، آئی، سی (Organization of Islamic Cooperation) کے وزرائے خارجہ کا اجلاس بھی ہنگامی طور پر 30 / ستمبر اور یکم اکتوبر کو طلب کیا گیا ہے۔ او، آئی، سی کے سیکریٹری جنرل، جناب ایاد امین مدنی نے کہا ہے کہ اس اجلاس میں 57 / مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ شرکت کریں گے اور تمام ممبران اسرائیلی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عملی اقدامات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ "عرب لیگ" اور "او، آئی، سی" کے ممبران کے دل میں کچھ ایسی باتیں ڈال دے کہ جس میں "قبلہٴ اوّل" اور مظلوم فلسطینیوں کے حق میں خیر کا پیش خیمہ ہو۔ نہیں تو یہ فلسطینی اپنے ملک اور گھر میں رہ کر کب تک پناہ گزینوں اور قیدیوں کی سی زندگی گزاریں گے۔ آج کی تاریخ میں فلسطینیوں کی حیثیت پناہ گزینوں کی سی ہو گئی ہے؛ بل کہ کچھ اعتبار سے ان سے بھی بد تر ہے۔ ان کو کھانے کے لیے اناج کی سہولیت نہیں، پینے کے لیے صاف و شفاف پانی فراہم نہیں، مہینوں مہینوں تک بجلی کا انتظام نہیں، ان کے بچوں کے لیے کوئی عمدہ تعلیمی ادارہ نہیں۔ اگر بڑی محنت و مشقت اور قربانی کے بعد، کچھ کرتے بھی ہیں؛ تو ایک دن کی اسرائیلی دہشت گردانہ بمباری سے سب کچھ زمین بوس ہو جاتا ہے۔ ان مظلوم فلسطینیوں کو جس قوم کا سامنا ہے وہ نہایت ہی سرکش اور ضد و عناد سے بھری قوم ہے۔ اس قوم کی سرشت میں یہ ہے ہی نہیں کہ وہ حق کو بخوشی قبول کریں؛ بل کہ ان کو اپنے مزمومہ "عظیم اسرائیل" کے خواب شرمندہ تعمیر کرنے کی فکر ستانی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے ضد کا تذکرہ فرمایا ہے: "ہر گز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نصاریٰ، جب تک تم تابع نہ ہو ان کے دین کا۔" یعنی یہود و نصاریٰ اتنے سرکش



اور ضدی ہیں کہ ان کو امر حق سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی ضد پر اڑے رہیں گے اور کبھی بھی حق کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ ہاں، ایک صورت یہ ہے کہ آپ ان کے تابع ہو جائیں؛ تو ہی وہ آپ سے خوش ہوں گے؛ جب کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ان کے تابع ہو جائیں؛ لہذا ان سے موافقت کی امید رکھنا بیکار کی بات ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جن یہودیوں کی یہ حالت ہو، آج ان کی اولاد سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ حق کو قبول کر لیں گے اور ان کے ساتھ مذاکرات کیا جائے! اس حقیقت کے باوجود کچھ لوگ ہمیشہ ان صہیونیت زدہ یہودیوں سے مذاکرات کے میز پر بیٹھ کر قضیہ فلسطین اور قضیہ مسجد اقصیٰ کا حل نکالنے کی تلقین کرتے نہیں تھکتے ہیں؛ جب کہ یہ ایسی قوم ہے جو مذاکرات کی زبان نہیں سمجھتی۔ یہ بزدل قوم کبھی بھی امن پر وگرام کو منظور نہیں کریگی۔ پھر ان سے مذاکرات کس لیے؟ ابھی اسی حالیہ حملہ کا ایک شرمناک واقعہ پڑھیے! اس حملہ کے موقع سے ناپاک اسرائیلی وزیر زراعت ان درجنوں شدت پسند صہیونیوں کے ساتھ تھے، جو مسجد میں موجود نمازی، طلبہ اور معصوم بچوں کو بغیر کسی رحم و کرم کے زخمی کر کے مسجد سے باہر جانے پر مجبور کر رہے تھے۔ جس ملک کا وزیر اور منسٹر عام شدت پسندوں اور دہشت گردوں کے ساتھ ہو کر معصوموں پر ظلم و زیادتی کو روار کھے، وہاں کی حکومت سے مذاکرات اور ڈائلاگ چہ معنی دارد۔ قضیہ فلسطین اور مسجد اقصیٰ کا واحد حل یہ ہے کہ اہالیان فلسطین کو مکمل آزادی سے رہنے کی اجازت دی جائے، فلسطین فلسطینیوں کے حوالے کیا جائے، اسے مکمل ریاست کا حق دیا جائے اور مسجد اقصیٰ کو مسلمانوں کی عبادت گاہ سمجھ کر مسلمانوں کے حوالے کیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے؛ تو دنیا کی کوئی طاقت قضیہ فلسطین اور مسجد اقصیٰ کا حل پیش نہیں کر سکتی۔

کیا اہل کتاب کافر نہیں؟

بھ..... مولانا محمد مبشر بدر حفظہ اللہ

بعض تاریک خیال کج فہم لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اہل کتاب جنہوں نے حضرت محمد علی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا وہ بھی بہشت میں جائیں گے، انہیں کافر نہیں کہا جاسکتا، اور اس باطل نظریے کی ہر فورم پر تشہیر کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا رہے ہیں۔ دلیل میں وہ سورہ آل عمران اور سورہ مائدہ کی آیات پیش کرتے ہیں جن کا ہم الگ الگ تفصیلی جواب دیں گے۔ پہلی دلیل سورہ آل عمران کی درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (113) يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ

(سورہ آل عمران آیت 114)

اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو راتوں کو اٹھ کر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیکی میں ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہیں، آخر میں ایسے اوصاف کے حامل اہل کتاب جو صالحین میں شمار کیا گیا ہے کہ یہی لوگ نیکو کار ہیں۔ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، دلیل اسی آیت میں ہے کہ وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، اب آیات سے کیا مراد ہے؟؟ قرآن کی آیات مراد ہیں کیوں کہ



توراة کو وہ ویسے ہی تبدیل کر چکے تھے۔ دلیل یہ ہے کہ سورہ آل عمران کے آخر میں ان اہل کتاب کی تعریف بیان کی گئی ہے جو تورات کے ساتھ قرآن پر بھی ایمان لے آئے اور آقا علیہ السلام پر جو احکامات نازل ہوئے انہیں صدقِ دل سے ماننا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

(سورہ آل عمران آیت 199)

یعنی: ”اور بے شک اہل کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو ان پر نازل کی گئی تھی، اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہیں۔ بیشک اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔“

دوسری دلیل مفسر قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جسے علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ "مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ" مَنْ آمَنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مراد وہ اہل کتاب ہیں: مَنْ آمَنَ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔

(تفسیر طبری)

اس روایت سے ان کا من پسند استدلال باطل ہو گیا۔ اسی طرح اس آیت کے شان نزول میں ایک اور روایت کتب تفسیر میں موجود ہے:

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ، وَثَعْلَبَةُ بْنُ سَعْيَةَ، وَأُسَيْدُ بْنُ سَعْيَةَ، وَأُسَيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ يَهُودَ، فَأَمَنُوا وَصَدَّقُوا وَرَغِبُوا فِي الْإِسْلَامِ وَرَسَخُوا فِيهِ، قَالَتْ أَحْبَابُ يَهُودَ وَأَهْلُ الْكُفْرِ مِنْهُمْ: مَا آمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَلَا تَبِعَهُ إِلَّا شَرَارُنَا، وَلَوْ كَانُوا مِنْ خِيَارِنَا مَا تَرَكُوا دِينَ آبَائِهِمْ وَذَهَبُوا إِلَى غَيْرِهِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِمْ: "لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ، إِلَى قَوْلِهِ: "وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ"

مفسر قرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہود کے علماء یعنی عبد اللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، اسید بن عبید اور یہود کے دیگر لوگ ایمان لا کر مسلمان ہو گئے، انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کی، اسلام میں رغبت کی اور اس میں راسخ ہو گئے تب یہودیوں کے علماء اور اہل کفر نے کہا:

"محمد ﷺ پر یہود میں سے صرف وہ لوگ ایمان لائے ہیں جو ہم میں شریر ہیں اور اگر وہ ہم میں بہترین اور عمدہ ہوتے تو اپنے آباء کا دین چھوڑ کر غیر کی طرف نہ جاتے۔ پس اسی وقت اللہ نے ان کی اس بات کی وجہ سے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں اہل کتاب میں سے اہل ایمان کے محاسن بیان کیے۔

دوسری دلیل سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۹ پیش کرتے ہیں۔



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَى مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦٩)

یعنی: ”حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا صابئی یا نصرانی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔“

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں صرف اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر ہے جس کی بنا پر انہیں آخرت میں خوف و غم سے آزادی کا پروانہ دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل کتاب محض انکارِ رسول کی بنا پر کافر نہیں۔

اس کا جواب علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر میں دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وَالْمَقْصُودُ أَنَّ كُلَّ فِرْقَةٍ آمَنَتْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُوَ الْبَيْعَادُ
وَالْجَزَاءُ يَوْمَ الدِّينِ، وَعَمِلَتْ عَمَلًا صَالِحًا، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ كَذَلِكَ حَتَّى يَكُونَ
مُؤَافَقًا لِلشَّرِيعَةِ الْمَحْدُودَةِ بِإِزْسَالِ صَاحِبِهَا الْمُبْعُوثِ إِلَى جَمِيعِ الثَّقَلَيْنِ
فَمَنْ اتَّصَفَ بِذَلِكَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُونَهُ، وَلَا عَلَى مَا تَرَكُوا وَرَاءَ
ظُهُورِهِمْ، وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. (تفسیر ابن کثیر ج ۳/ ص ۱۱۳)

” اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ ہر وہ فرقہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے، اور اس نے نیک اعمال کیے تو اس کا حکم اس طرح نہیں (جیسے ظاہری آیت سے سمجھا جا رہا ہے) یہاں تک کہ وہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق نہ ہو جائے اس کے صاحب کے تمام جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے کے



بعد۔ پس جو اس وصف کے ساتھ متصف ہو گیا اس پر مستقبل میں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی گزشتہ زمانے کے اعمال پر کوئی غم۔“

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ تب تک خلاصی نہیں جب تک حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر ان کی اتباع نہ کر لی جائے، خواہ وہ اسلام کے کتنے ہی احکامات کا اقرار کیوں نہ کرتا ہو، ایمان کا مدار آقا علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔ جن پر شریعت اسلامیہ نازل کی گئی۔ جب کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے اپنے ادیان میں تحریف کی تورات و انجیل کو بدل دیا، توحید کو چھوڑ کر شرک کا کھلا ارتکاب کیا، حق کی ناحق مخالفت کی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا قتل ناحق کیا۔

اب اگر کوئی شخص یہود و نصاریٰ کے بارے میں یہ موقف اختیار کرے کہ ان میں سے جن تک دعوت اسلام نہیں پہنچی اور انہوں نے بالقصد جان بوجھ کر اسلام کا انکار نہیں کیا وہ کافر نہیں کہلائے جاسکتے بلکہ انہیں مسلمانوں میں شمار کیا جانا چاہیے، یہ نظریہ باطل اور غلط ہے، کیوں کہ یہود تو اسی روز ہی کافر ہو گئے تھے جب انہوں نے تورات میں تحریف کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کی جب کہ نصاریٰ عقیدہ تثلیث، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنانے اور تحریف انجیل کی بنا پر کافر قرار دیئے گئے لہذا انکارِ مصطفیٰ ﷺ کی بنا پر ان کے کفر میں زیادتی ہوئی ہے، پھر اس کے مقابلے میں یہ قول کہاں وقعت رکھتا ہے کہ اہل کتاب کے نادانستہ اسلام کا انکار کرنے والے لوگ کافر نہیں جب کہ انہیں ہدایت کی دعوت دینے کے لیے اللہ کا کلام قرآن مقدس اپنے معجزانہ اسلوب و اثر کی وجہ سے بند دلوں کے قفل کھولنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ کوئی ہدایت کا طالب نہ بنے۔ اس رو سے موجودہ اہل کتاب کافر اور جہنمی ٹھہرتے ہیں۔ باقی بے شمار دلائل طوالت کے ڈر سے



ترک کرتا ہوں۔ اپنے من پسند کے مطلب سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ نے صاف فرمادیا: ”اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے پس جو اسلام کو چھوڑ کر اور دین لایا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔“ (آل عمران: آیت 85)

اس آیت میں کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں کہ جان بوجھ کر انکار کرے یا بلا جانے اسلام کا انکار کرے، قیامت کے دن اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اسلام کی آفاقی سچائی کے مناظر اور حقائق دیکھ کر مسلمان نہ ہو جائے۔ اب جو یہود و نصاریٰ اپنے آباء کی پیروی کریں گے ان کا حشر انہی جیسا ہو گا وہ بھی ان کی پیروی میں کافر رہیں گے اگر ایمان نہ لائے تو ہمیشہ کی جہنم میں جلیں گے۔

اللہ اہل کتاب کے بارے فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (150) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (151) المائدہ۔

یعنی: "بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کیا اور کہنے لگے ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ اس کا درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔



حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

علماء اور مشائخ کی نظر میں !!

بھ..... نعمان محمد امین حفظہ اللہ

اپنی کم علمی، لکھنے کے ہنر سے ناواقفیت اور الفاظ کے چناؤ سے نا بلند ہونے کے باوجود آج جس شخصیت کے لیے قلم اٹھایا ہے جو تاریخ اسلامی کوہ بلند و بالا پہاڑ ہے جس نے کم سے کم برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو اس کی اصل صورت میں قائم رکھا۔ جس طرح اللہ رب العزت نے پہاڑ اس لیے بنائے ہیں کہ وہ زمین کو تھامے رہیں، اسی طرح اللہ رب العزت نے حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کو بھی اسلام کو اس خطے میں جمانے کے لیے بھیجا تھا۔

اپنی زندگی کے پچاس سال پورے کرنے سے پہلے ہی اللہ رب العزت نے حجۃ الاسلام سے کتنے ہی اہم کام لیے، جن میں انگریز سامراج کے خلاف جہاد، اسلام پر اعتراضات کرنے والے ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے، دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم و عالی شان درس گاہ کا قیام، اس کے علاوہ حضرت کی قیمتی تصانیف جو ردّرفض، رد بدعات، رد غیر مقلدیت کے علاوہ قرآن و حدیث کے بے شمار اسرار و رموز کو کھولنے والی تحریرات بھی ہیں آپ ہی کی خدمات کا حصہ ہیں۔

اتنی کم عمر میں دین اسلام کی اتنی خدمات پر علامہ اقبال مرحوم کے

یہ اشعار ذہن میں آجاتے ہیں:

یہ غازی ، یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی خدمات اور ان کی بلند پایہ شخصیت کے بارے میں اپنے اور پرانے جن علما و مشائخ نے جو کچھ کہا، جو میرے بہت ہی محدود مطالعے میں ہے وہ ان سطور میں درج کر رہا ہوں، کہ یہ خراجِ عقیدت ہے حجتہ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات، الامام محمد قاسم النانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو۔

مرشد الہند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی:

❖ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے بھی شیخ ہیں اپنے مرید حضرت حجتہ الاسلام رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے متعلقین سے فرماتے ہیں: ”جو شخص اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھے، مولوی رشید احمد سلمہ گنگوہی اور مولوی محمد قاسم سلمہ نانوتوی کو کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی ان میں موجود ہیں، راقم کی جگہ سمجھے بلکہ مجھ سے فائق المداہج جانے، اگرچہ ظاہری معاملہ برعکس ہو گیا کہ میں ان کی جگہ اور وہ میری جگہ ہو گئے، اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ اس زمانے میں ایسے آدمی نایاب ہیں۔“

(ضیاء القلوب، ص: 100)



ایک شیخ کا اپنے مرید کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں میری جگہ ہونا چاہیے تھا یعنی وہ میرے شیخ ہوتے اور اس زمانے میں ایسے آدمی نایاب ہیں، یہ حضرت حجتہ الاسلام کے مرتبے اور مقام کو واضح کرتا ہے۔

❖ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ”اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لائے؟ تو میں قاسم اور رشید کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔“

(معارف الاکابر، ص: 235)

❖ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حق تعالیٰ اپنے بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان عطا فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت شمس تبریزی رحمہ اللہ کو مولانا رومی لسان عطا ہوئے تھے، جنہوں نے حضرت شمس تبریزی رحمہ اللہ کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرمادیا، اسی طرح مجھے مولوی قاسم صاحب لسان عطا ہوئے ہیں۔“

(نقص الاکابر، ص: 75، امداد المشتاق، ص: 16)

❖ حضرت حاجی صاحب کی مجلس میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا تذکرہ ہو رہا تھا اور ان کے مناقب بیان ہو رہے تھے، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حجتہ الاسلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تو تھے ہی، کوئی ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھے۔“

(ارواح ثلاثہ، ص: 204)

❖ حضرت حجتہ الاسلام کے والد کے خط کے جواب حضرت حاجی صاحب نے لکھا: ”شکر کریں کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک ولی کامل بیٹا عطا فرمایا ہے۔“

(انوار قاسمی، ص: 201)



❖ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ جب پہلی بار حج پر گئے تھے اور وہاں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تھی تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا تھا: ”ایسے لوگ کبھی پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔“

(انوارِ قاسمی، ص: 550)

ایک شیخ کا اپنے مرید کے بارے میں ایسے کلمات ادا کرنا، اس مرید کی قدر و منزلت کو واضح کرتا ہے۔

مفتی صدر الدین رحمہ اللہ:

ان کا شمار حضرت کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ایک موقع پر مفتی صدر الدین نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا تھا: ”قاسم بہت ذہین آدمی ہے، اپنی ذہانت سے قابو میں نہیں آتا۔“ (سوانح قاسمی، جلد 1 ص 266)

مولانا محمد امین احسن گیلانی رحمہ اللہ:

یہ غالباً حضرت کے ہم عصر علما میں سے تھے اور مولانا مناظر احسن گیلانی کے جدِ امجد تھے، وہ حضرت حجۃ الاسلام رحمہ اللہ کی تقریر کے متعلق فرمایا کرتے تھے: ”مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کی تقریر ہو رہی ہے۔“

(سوانح قاسمی جلد 1، ص 392)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اپنے استاذ حجۃ الاسلام رحمہ اللہ کے درس سے متعلق فرماتے ہیں:



”جب استاذ رحمہ اللہ (حضرت نانوتوی رحمہ اللہ) سے کوئی بات پوچھی جاتی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس مسئلے کے تمام دلائل اکرام ہاتھ جوڑے ہوئے حضرت کے سامنے آکھڑے ہوئے ہیں۔“

(سوانح قاسمی، ج 1، ص: 343)

یہ تو وہ چند باتیں تھیں جو حضرت حجتہ الاسلام رحمہ اللہ کے متعلق اپنوں نے کہیں، پر ائے حضرت کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے، اس کا بھی یہاں تذکرہ ضروری ہے۔

حکیم برکات احمد خیر آبادی:

حکیم برکات احمد خیر آبادی اپنے صاحب زادے حکیم محمد احمد برکاتی سے فرماتے ہیں: ”مجھے ان (حضرت اقدس نانوتوی رحمہ اللہ) سے ملانے کے لیے (والد صاحب حکیم دائم علی خیر آبادی) دیوبند لے گئے جب ہم پہنچے تو (حضرت اقدس مولانا نانوتوی رحمہ اللہ) چھتہ کی مسجد میں سو رہے تھے مگر اس حالت میں بھی ان کا دل ذکر تھا اور ذکر بھی بالجہر کر رہا تھا۔“

(سوانح حکیم سید برکات احمد ص: 185، از حکیم محمود احمد برکاتی خیر آبادی)

حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ:

مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ سے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔“

(براقۃ الابرار، ص: 209)

جب مولوی احمد رضا صاحب بریلوی نے علمائے دیوبند خصوصاً مندرجہ بالا پانچ بزرگوں پر کفر کا فتویٰ لگایا تو مولانا محمد عبدالرؤف خان جگن پوری رحمہ اللہ نے 1931ء میں پورے ہندوستان میں علما اور مشائخ سے فتویٰ طلب کیا کہ کیا حقیقتاً یہ پانچ بزرگ کافر ہیں تو اس کے جواب میں علمائے دیوبند کے حق میں 140 فتاویٰ اور ان پر 616 علماء اور مشائخ کی تصدیقات کے ساتھ ان تمام فتاویٰ جات کو 1934ء میں ”برآۃ الابرار عن مکائد الاشرار“ ملقب بہ ”قہر آسمانی بر فرقہ رضا خانی“ کے نام سے چھاپ دیا گیا تھا۔ یہ تمام فتاویٰ جات 2012ء میں تحفظ نظریات دیوبند اکادمی نے دوبارہ چھاپ کر اس نایاب کتاب کو منظر عام پر لے آئی ہے۔

خواجہ قمر الدین سیالوی:

خواجہ قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں:

”میں نے تحذیر الناس کو دیکھا ہے، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو اعلیٰ درجے کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) کا نام موجود ہے، خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا دماغ پہنچا ہے، وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی، قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے۔“

(ڈھول کی آواز، ص: 117)

مولوی دیدار علی شاہ:

مولوی دیدار علی شاہ لکھتے ہیں:



”مولانا و استاذنا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہارن پوری کے فتویٰ اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے۔“

(رسالہ تحقیق المسائل، ص: 31)

سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی:

مولانا محمد سعید صاحب مری والے بیان فرماتے ہیں:

”میں حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک شخص آیا اور اس نے دریافت کیا: آپ مولوی قاسم صاحب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟ حضرت پیر صاحب نے جواباً فرمایا: تم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق پوچھتے ہو؟ سائل نے عرض کیا: جی ہاں، انہی کے متعلق۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا: وہ حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔“

(اسوہ اکابر، ص: 27)

حافظ محمد حسین مراد آبادی:

حافظ محمد حسین مراد آبادی رحمہ اللہ؛ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے اور آپ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”حضرت حاجی (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) خانہ خدا اور زائرِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قصبہ نانوتہ کے اکابر صدیقی شیوخ سے



ہیں۔ عالم، متقی و ربانی و حقانی اور واقف اسرار، شریعت و طریقت ہیں۔“
(انوار العارفین، ص 524)

حضرت مولانا سید عبدالحی رحمہ اللہ:

حضرت مولانا سید عبدالحی والد ماجد مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”آپ (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) بہت ہی زیادہ زاہد اور عبادت گزار تھے، ذکر اور مراقبہ کا بھی بہت ہی کثرت سے اہتمام کرتے تھے اور علما و فقہاء کے علامتی لباس یعنی عمامہ اور جبہ وغیرہ سے پرہیز کرتے تاکہ آپ لوگوں پر مخفی رہیں۔ اس زمانے میں آپ نہ کوئی فتویٰ دیتے، نہ ہی کوئی وعظ کہتے بلکہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر اور مراقبے میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہتے، یہاں تک کہ ان کی برکت سے آپ پر حقائق و معارف کے دروازے کھل گئے۔“

(اقتباس الاعلام)

مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی رحمہ اللہ:

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ نے 1880ء میں ”حدائق الحنفیہ“ نامی کتاب لکھی، جس میں انہوں نے حنفی علما اور فقہاء کا تذکرہ کیا ہے، انہی علما کی فہرست میں آپ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر نہایت حقیقت پسندانہ کیا ہے، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے وقت یہ الفاظ بھی آپ کے مضمون کا حصہ تھے: ”علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل تیسر، مناظر، مباحث، حسن التقرير، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ لڑکپن ہی سے ذہین، طباع،

بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ، جفاکش، جری تھے۔“

(حدائق الخفیہ، ص 492)

حافظ عبدالرحمن حیرت:

حافظ عبدالرحمن حیرت اپنی کتاب ”سفینہ رحمانی“ 1884ء سن طباعت میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”بیشہ فضل و کمال کے شیر، گل زارِ عشقِ الہی کی خوش بو، شبستان، طریقت و شریعت کی شمع، آسمانِ حقیقت و معرفت کے خورشید، عالمِ کامل اور جود و سخا میں رشکِ حاتم، جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے) قصبہ نانوتہ کے برگزیدہ علما و فضلاء میں سے تھے، طرح طرح کے علوم کی منزلیں اور قسم قسم فنون کے رموز اور ان کے نشیب و فراز انہوں نے اپنی خداداد ہمت و استعداد سے کامل طور پر طے کیے تھے، انہیں کانِ علوم اور مخزنِ فنون کہنا چاہیے، ان کی توصیف میں منشی فکر و خیال جو بھی لکھے بجا ہے اور ان کی تعریف جس قدر بھی کی جائے زیبا ہے۔“

(سفینہ رحمانی، ص: 119)

مرزا آفتاب بیگ:

مرزا آفتاب بیگ دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”تحفۃ الابرار“ سن طباعت 1957ء میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”آپ (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ) رؤسائے شیوخ صدیقی قصبہ نانوتہ کے ہیں۔ آپ کو اجازت ہر چہار طریقہ معروف کی حضرت حاجی محمد امداد اللہ سے تھی اور سند حدیث کی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ



علیہ سے تھی۔ محققانہ و عارفانہ کلام حقائق و معارف آپ کا تھا۔ اثبات وجودی
رطب اللسان تھے، توحیدی شہودی سے بھی انکار نہیں رکھتے تھے۔“

مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی:

مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”انوار العاشقین“ میں
حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ
اللہ نے اپنی تمام عمر میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے، بوجہ کسر نفسی اور کمال
تواضع کے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ بیعت بھی حضرت قبلہ عالم حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نیابتاً کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ
اللہ علیہ کے عشق اور محبت میں فنا تھے۔“ (انوار العاشقین، ص: 88)

مولانا حافظ شاہ محمد سراج الیقین:

آپ اپنی کتاب ”شمس العارفین“ سن طبع 1333ھ میں حضرت
نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”جس شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر سنی ہوگی
یا تحریر دیکھی ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کس معدن سے یہ علوم اور اسرار و
حقائق آرہے ہیں، آپ صاحب تصانیف عالیہ ہیں اور آپ کے مناظروں کی
تقریریں بھی چھپی ہیں، جن میں عجیب و غریب تحقیقات علمیہ اور نکات عجیبہ
اور مضامین رفیعہ پائے جاتے ہیں، درحقیقت ایسا فاضل تبحر اور عالم محقق
اس زمانے میں کوئی نہیں گزرا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس پایہ کے لوگ
کہیں صدیوں کے بعد ہوتے ہیں۔ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق اور منکسر المزاج
تھے اور لباس نہایت سادہ اور معمولی موٹا استعمال فرماتے تھے۔ اور صفت



قناعت بھی بہ درجہ کمال آپ میں موجود تھی، ہمیشہ معمولی تنخواہ پر بسر فرمائی اور بڑی بڑی تنخواہوں کی نوکریوں کو پسند نہیں فرمایا۔ مدرسہ عالیہ دیوبند میں عرصہ تک آپ کا درس تدریس اور بے انتہاء فیض جاری رہا۔ اکابر علما آپ کے شاگرد ہیں۔“

(نفس العارفین، ص: 46)

سر سید احمد خان:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی وفات پر سر سید احمد خان نے ایک طویل تعزیتی مضمون لکھا، جن میں یہ الفاظ بھی شامل تھے:

”اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے، تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل شخص تھے، ان کا پایہ اس زمانے میں شاید معلومات علمی میں شاہ عبدالعزیز سے کچھ کم ہو الا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی اسحاق صاحب سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا، در حقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانے کا خالی ہو جانا، ان لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں، نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔“

(علی گڑھ گزٹ، 24 اپریل 1880ء)

مولوی رحمن علی:

مولوی رحمن علی اپنی کتاب ”تذکرہ علمائے ہند“ جو انہوں نے



1891ء میں لکھی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ”مولوی محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم نانوتوی، 1248ھ/1832ء میں پیدا ہوئے، ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جدت طبع اور جودت ذہن (ذکاوت، ذہانت، لیاقت) فطری طور سے ودیعت (سپرد کرنا، حوالے کرنا) فرمایا تھا۔“

شاہ محمد جمیل الرحمن قادری چشتی نظامی رحمہ اللہ:

آپ اپنی کتاب ”تذکرہ وصال الجلیل“ جو آپ نے 1343ھ میں تالیف فرمائی، اس کتاب میں آپ نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ”مولانا موصوف عالم فاضل اور مشہور مناظر ہونے کے علاوہ نہایت عابد، زاہد، قانع، متوکل، نہایت خلیق واقع ہوئے تھے۔ عربی، فارسی نظم و نثر بے تکان لکھتے بولتے تھے، سیدھے سادے اتنے تھے کہ آپ کی وجہ طرح پر علیت کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔“

حضرت شاہ عبدالرحیم سہارن پوری رحمہ اللہ:

مولانا محمد امیر باز خان رحمہ اللہ ”شہادات امیریہ“ میں فرماتے ہیں: ”خبر حسرت اثر مولانا و استاذنا مولوی محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ صاحب کی آئی تو حضرت (شاہ عبدالرحیم سہارن پوری رحمہ اللہ) نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ آج میری پشت دو صدموں سے ٹوٹی ہے۔ ایک مرگ مولوی محمد قاسم کی ہے، دوم رحلت مولوی احمد علی صاحب (سہارن پوری) سے۔ یہ دونوں بزرگ وار بے ریا، متبع شریعت، مفیض اکمل تھے، مجھ کو ان



کے باعث بری تقویت تھی۔ اب میں تنہا رہ گیا۔“

(شہادات امیریہ علی مکشوفات رحیمیہ، ص 14)

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ:

حضرت گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا شاہ تجل حسین بہاری رحمہ اللہ اپنی تالیف ”کمالاتِ رحمانی“ میں لکھتے ہیں:

”اب بیعت کا جو عزم ہوا مجھ کو (مولانا شاہ تجل حسین بہاری رحمہ اللہ) عقیدت اور غلامی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے تھی۔ آپ کو (حضرت گنج مراد آبادی رحمہ اللہ) کو کشف سے معلوم ہوا، آپ نے حضرت مولانا کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت حاصل ہو گئی۔“

مولانا محبوب الرسول جہلمی:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو میں اولیاء سے سمجھتا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی آیت تھے، اسلام اور علم کی جو ان سے اللہ تعالیٰ نے خدمت لی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔“

(ڈھول کی آواز، ص: 117)

پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیروی:

”حضرت قاسم العلوم رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف مسمی بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف اور سرور حاصل ہوا۔ علما حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ و سلام متشابہات میں سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے، لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی



شپرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے۔ رہے فریفتہ گان حسن مصطفوی تو ان بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارثگیوں میں اضافہ کا ہزار سامان اس تحذیر الناس میں موجود ہے۔ آپ نے اپنے علمی، دقیق اور محققانہ انداز میں یہ واضح کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہر قسم کا کمال علمی ہو یا عملی، حسی ہو یا معنوی، ظاہری ہو یا باطنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی کمال ہے۔“ (ڈھول کی آواز، ص: 128)

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ:

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ندوۃ العلماء کے ایک سالانہ جلسے میں کہا تھا: ”عربی کے بیسیوں مدرسے کانپور میں قائم ہیں وہ کس نے قائم کئے ہیں؟ سوداگروں نے، دنیا داروں نے،۔۔ کسی عالم نے نہیں قائم کئے۔ سوائے مدرسہ دیوبند کے، جس پر ہم فخر کرتے ہیں جس کو مولانا قاسم مرحوم نے قائم کیا تھا۔ علاوہ اس کے مدرسہ کسی عالم نے قائم نہیں کیا۔“

(رپوٹ سالانہ ندوۃ العلماء 1912، ص: 109)

مولانا غلام رسول مہر:

مولانا غلام رسول مہر حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

”بزرگان دیوبند میں سے جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ احترام و اعزاز حاصل ہے، وہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ ان کے اسماء گرامی اس سر زمین کے آسمانوں پر ان درخشاں ستاروں کی طرح روشن



ہیں، جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندر میں ملاحوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے، جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونے چھوڑ گئے۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد کی تو ایک یادگار دارالعلوم دیوبند ایسی ہے جو تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سرزمین میں دینی علوم کے قیام و بقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے۔ اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس ہستیوں نے تربیت پائی جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دائرے میں قابل فخر ہیں۔“

(1857 کے مجاہد، ص 163)

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ:

مولانا مشتاق احمد چشتی انبیٹھوی مؤلف ”انوار العاشقین“ فرماتے ہیں: ”حضرت عارف باللہ شیخی توکل شاہ صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز سے فرمایا تھا کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تو جہاں پائے مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں، میں بے اختیار بھاگا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچوں، چنانچہ میں آگے ہو گیا۔“

یہ چند باتیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے ہم عصر اور بعد کے علما اور مشائخ کی ہیں۔ جن میں ان حضرات کے بھی نام شامل ہیں، جن کے عقیدت مند آج حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے

خلاف زہر اگلنے نہیں تھکتے۔

آخر میں اپنی بات حدیث قدسی پر ختم کرنا چاہوں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو پکارتا ہے، جبرئیل علیہ السلام کو اور یہ فرماتا ہے کہ بے شک اللہ نے فلاں کو دوست رکھا ہے سو تو بھی اس کو دوست رکھ، تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، سو تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس محبوب بندے کی قبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے، یعنی زمین کے نیک لوگ اس کو مقبول جانتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور جب اللہ کسی سے ناراض ہوتا ہے تو بھی اس طرح کرتا ہے یعنی اس کا الٹ۔“

(موطا امام مالک، ج 1، حدیث نمبر: 1641)

اپنے بہت ہی محدود مطالعے پر چند حوالے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے محبت کرنے والے اور مقبول جاننے والے علما و مشائخ کے، ورنہ سچ تو یہ ہے کہ حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے چاہنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اپنے اس محبوب بندے کے چاہنے والوں میں ہمارا شمار کر کے ہماری بخشش کا پروانہ جاری کر دے۔

آمین یا رب العالمین بحاجہ النبی الامی الکریم

صحیح حدیث قرآن کے خلاف نظر آئے تو...؟؟

بھ..... محمد شعیب حیدری رحمۃ اللہ علیہ

آج کل اکثر مسلمان بھائی اس بات کو لئے پریشان ہوتے ہیں کہ فلاں حدیث قرآن کی فلاں آیت کے خلاف ہے، اب کیا کیا جائے قرآن کو مانیں یا حدیث کو اور ان مسلمان بھائیوں کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ کسی صحیح العقیدہ عالم سے یہ مسئلہ پوچھ لیں تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ لیکن اس کے برعکس ہر انسان اپنی عقل کے مطابق فیصلہ سنا دیتا ہے کہ جب کوئی حدیث قرآن کے خلاف جائے تو اس حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا قرآن کی بات ہی مانی جائے گی، اور اسی طرح سے وہ مختلف گمراہ لوگوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں دور حاضر کے متجددین اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں جو مختلف ناموں سے اپنی پہچان رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے تو ان تمام لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات قرآن کے خلاف ہو بھی سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت کر کہ لوگوں کو سمجھائیں، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: ”اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کے لئے واضح کر دے۔“



تو کیا آنحضرت ﷺ نے قرآن کی وضاحت کرنے کے بجائے قرآن کے خلاف ہی تعلیمات دیں (معاذ اللہ) ہمارے پیارے نبی ﷺ تو وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”اور نہ آپ (ﷺ) اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔“

(سورة النجم-4، 3)

ہمارے پیارے نبی ﷺ تو وحی کے سوا بات بھی نہیں کرتے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک وحی یعنی قرآن دوسری وحی یعنی حدیث کے خلاف ہو؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ ظاہری طرح سے ہمیں تعارض لگے کیونکہ ہمارا علم بہت ہی تھوڑا ہے ایسی حالت میں ہمیں اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا چاہئے ناکہ حدیث رسول ﷺ کو جھوٹی حدیث کہہ کر اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر صرف تھوڑے سے ظاہری تعارض کی ہی بنا پر حدیث رسول ﷺ کو چھوڑ دینا ہے تو ایسے ظاہری اختلاف تو قرآن پاک میں بھی بعض مقامات پر موجود ہیں، پھر کیا ہم فقط اس اختلاف کی وجہ سے قرآن کی آیات کو بھی چھوڑ دیں؟ جس کی بعض مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ترجمہ: ”پھر جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“

(سورة المؤمن-68)

ایک اور جگہ فرمایا:

ترجمہ: ”اور جس دن وہ کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔“

(سورة الانعام-73)

ایک اور جگہ فرمایا:

ترجمہ: ”جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔“ (سورۃ البقرہ-117)

اللہ تعالیٰ نے یہ بات قرآن پاک میں مختلف مقامات پر فرمائی ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی کام کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی قرآن پاک میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ: ”وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔“

(سورۃ الحديد-4)

اب کیا ان آیات میں ظاہری طرح سے اختلاف نہیں ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کام کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقط اتنا ہی فرماتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے، لیکن پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا تو اس کا کیا مطلب ہوا؟ میں امید کرتا ہوں کم کہا زیادہ سمجھا کے اصول کے تحت آپ لوگ میری بات سمجھ گئے ہونگے کیونکہ میں مزید ایسا کوئی جملہ نہیں لکھنا چاہتا کہیں ایسا نا ہو کہ میں بے ادبی کر بیٹھوں۔

ایسی مثال اور جگہ ملتی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔“ (سورۃ البقرہ-29)

یہی بات سورۃ نازعات میں اس کے اُلٹ بیان ہوئی ہے، وہاں ہے:



ترجمہ: ”بھلا تمہارا بنانا آسان ہے یا آسمان کا؟ اسی (اللہ) نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو اونچا کیا، اور پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات کو تاریک بنایا اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔“

(سورۃ النازعات- 27 تا 30)

اب یہاں پر تمام لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ سورۃ البقرہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے زمین کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، اور سورۃ النازعات میں فرمایا کہ پہلے آسمان کو بنایا پھر زمین کو۔ کیا یہ اختلاف نہیں ہے؟ اس کے علاوہ روزِ قیامت کے متعلق قرآن نے ایک مقام پر فرمایا: ترجمہ: ”پھر وہ ایک روز جس کی مقدار ہزار برس ہوگی۔“

(سورۃ السجدہ- 5)

جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا:

ترجمہ: ”اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔“

(سورۃ المعارج- 4)

اب سورۃ السجدہ کی آیت بتاتی ہے کہ روزِ قیامت کی مقدار ہزار برس ہوگی، جبکہ سورۃ المعارج میں پچاس ہزار سال کا ذکر ہے، لیکن آج تک اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ وحی الہی ہے تو حدیث پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کیا گزشتہ سطور میں پیش کی جانے والی سورۃ النجم کی آیت کی روشنی میں حدیثِ رسول ﷺ وحی الہی نہیں ہے؟

جب کسی کے ذہن میں انکار سما جائے تو وہ اس طرح کے سینکڑوں بے وقوفانہ اعتراضات قرآن کریم پر بھی کر سکتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص یہ



کہہ دے کہ: جب تک مسلمان اپنے دین پر قائم ہیں، یہود و نصاریٰ ان کے دوست نہیں ہو سکتے، یہ دونوں قومیں شروع سے ہی اسلام کی سخت دشمن ہیں، یعنی اسلام دشمنی میں دونوں متحد ہیں، جیسا کہ قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے:

ترجمہ: ”اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہونگے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔“ (سورة البقرہ-120)
لیکن اس کے برعکس سورة المائدہ میں ہے:

ترجمہ: ”(اے پیغمبر ﷺ!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور محبت کرنے والے ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

(سورة المائدہ-82)

اب ایک آیت میں آگیا کہ نصاریٰ لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں اور دوسری میں ہے کہ نصاریٰ مسلمانوں سے سب زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ نصاریٰ دشمن ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں سے محبت رکھتے ہوں؟ تو اب کیا اس اعتراض کی وجہ سے قرآن کریم کی صحت پر شک کیا جائے گا؟ یا اس کی صحت کا دعویٰ باطل ہو جائے گا؟ جو جواب ہم لوگ قرآن کے بارے میں دیتے ہیں وہی جواب ہم احادیث کے بارے میں کیوں نہیں دیتے؟ احادیث رسول ﷺ سے اتنی دشمنی کیوں ہے ہمیں؟ کیا اب بھی احادیث رسول ﷺ کے وحی الہی ہونے میں کوئی شک باقی ہے

کیا؟ اگر ہم لوگ یہاں پر قرآن کریم میں جمع و تطبیق کی کوئی صورت نکالیں گے تو حدیث میں ایسا کیوں نہیں کرتے؟ کہ وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے؟ نبی کریم ﷺ تو دینی معاملات میں اپنی خواہشات سے بولتے ہی نہ تھے۔

آپ بتائیں کہ کیا قرآن کریم پر اس بے وقوفانہ اعتراض سے اس کتابِ ذی شان کی صحت میں ذرا برابر بھی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے؟ یقیناً ہر مسلمان کا جواب نفی میں ہوگا۔ پھر خود ہی غور کر لیں کہ احادیث پر اس طرح کے اعتراضات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی منکرِ قرآن ایک اور طرح کا اعتراض قرآن کریم پر کر دے اور کہہ دے:

”سورة القصص 15 میں ذکر ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک ان کی قوم کا تھا اور دوسرے کا تعلق ان کے دشمنوں سے تھا۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے آدمی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے آدمی کو مکا مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر اس کام پر نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔“

قرآن کریم کی اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے یہ تحقیق نہیں کی کہ قصور کس کا ہے اور حق پر کون ہے، بلکہ محض تعصب کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا۔ یہ کام تو عصر حاضر کے کسی منصف مزاج کافر سے بھی ممکن نہیں، موسیٰ علیہ السلام کا تو ذکر ہی کیا۔

اس وجہ سے میں اس آیت کو باطل سمجھتا ہوں اور اس میں جو



قصہ مذکور ہے، وہ قطعاً بے اصل ہے۔“ (نقل کفر کفر نباشد)

تو حدیث کا انکار کرنے والوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ کیا اس اعتراض سے قرآن کریم کی صحت پر کوئی حرف آئے گا؟
قرآن و حدیث کی نصوص میں تعارض کے اسباب:

☆ قرآن و حدیث کی نصوص میں عام و خاص، مطلق و مقید اور استثناء کا مسئلہ ہوتا ہے، دیکھنے والے کے ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ یہ تعارض اور ٹکراؤ ہے، جبکہ درحقیقت یہ تعارض نہیں ہوتا۔

☆ قرآن کا حکم عام ہوتا ہے، حدیث اس میں تخصیص کر رہی ہوتی ہے یا قرآن کے عام حکم سے حدیث ایک چیز کو مستثنیٰ قرار دے رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن کے اطلاق کی حدیث تقید بھی کر دیتی ہے۔

☆ قرآن و حدیث کے درمیان تعارض کا ایک سبب لغتِ عرب سے ناواقفیت اور جہالت ہے، قرآن و حدیث عربی زبان میں نازل ہوئے ہیں جو عربی زبان سے ناواقف ہوگا وہ قرآن و حدیث میں اختلاف کر لے گا۔

☆ ایک روایت کو ایک راوی پورا بیان کر دیتا ہے، دوسرا مختصر بیان کرتا ہے، تیسرا راوی روایت کا بعض حصہ بیان کرتا ہے، بعض بیان نہیں کرتا، دیکھنے والا کسی ایک راوی کے الفاظ کو قرآن کے مخالف کہہ دیتا ہے۔ حالانکہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعہ فلاں راوی نے مختصر بیان کیا ہے اور کسی اور راوی نے یہ مکمل واقعہ بیان کیا ہے تو قرآن و حدیث کی نصوص کا اختلاف و تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

☆ ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک راوی نبی اکرم ﷺ سے کسی چیز کے

متعلق سوال کا جواب نقل کرتا ہے، لیکن سوال ذکر نہیں کرتا، جبکہ اس سوال سے ہی اس جواب کی حقیقت واضح ہوتی ہے، اس سے بھی قرآن و حدیث کا ظاہری تعارض دور ہوتا ہے۔

☆ نسخ و منسوخ سے عدم واقفیت بھی قرآن و حدیث میں تعارض کا باعث ہے، آیت نسخ اور حدیث منسوخ، یا بسا اوقات حدیث نسخ اور آیت منسوخ ہوتی ہے، جب یہ معلوم ہو جائے تو قرآن و حدیث کا ظاہری تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

تفصیل کیلئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرسالة ملاحظہ فرمائیں۔
امام شافعی فرماتے ہیں: ”ہم نے نبی کریم ﷺ سے کوئی متعارض و مختلف چیز نہیں دیکھی، (اگر کوئی ظاہری طور پر متعارض محسوس ہوئی) اور ہم نے اس کو کھول کر دیکھا تو اس کے لئے تعارض کے ختم ہونے کی کوئی صورت مل ہی گئی۔“ (الرسالة۔ ص: 173)

نیز فرماتے ہیں: ”یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام مختلف و متعارض نہیں ہوتے، بلکہ ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔“ (الرسالة۔ ص: 173)

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال میں کوئی تعارض نہیں، اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔“ (الاحکام۔ ج 2 ص 204)

قرآن و حدیث کے مابین بظاہر تعارض کی مثال:

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے۔“ (سورة المائدة-3)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک بکری مر گئی، رسول اللہ ﷺ نے اس کے مالکان سے فرمایا، تم نے اس کی کھال کیوں نہیں اتار لی کہ پھر اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھاتے۔“

(سنن الترمذی باب ما جاء في جلود الميتة اذا دبغت۔ رقم الحديث-1727)

قرآن کا حکم مردار کے جمیع افراد کو شامل ہے، حدیث نے اس کو کھانے کے ساتھ خاص کر دیا، یعنی ایسا حلال جانور جو مردار ہو جائے، وہ کھایا نہیں جا سکتا، کھانے کے معاملہ میں وہ حرام ہے، لیکن اس کے چمڑے کو دباغت (رنگ) دے کر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اب کوئی یہ اعتراض بھی تو کر سکتا ہے کہ مردار کو قرآن نے تو حرام کہا ہے تو اس کی چمڑی بھی تو حرام ہوئی نہ؟ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے۔“

(سورة النساء-11)

اس آیت کی تفسیر میں رسول کریم ﷺ اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مروی ہے کہ اس آیت میں اولاد کی وراثت کے لئے وصیت کرنے کا حکم ہے۔

یہ آیت عام ہے، اس کی تخصیص اس حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ

کر دی گئی ہے:

ترجمہ: ”مسلمان کافر کا، اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔“
(صحیح بخاری۔ کتاب الفرائض۔ باب لایرث المسلم)
اب کوئی شخص اس حدیث پر بھی اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن میں تو سب کو وارث بنانے کی وصیت کا حکم دیا گیا ہے لیکن حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف کہہ رہی ہے کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو۔“
(سورۃ الجمعہ۔ 9)

اس آیت میں لفظاً ایہا الذین امنوا: یعنی اے ایمان والو تمام مومنوں کے لئے ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا وغیرہ۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس آیت میں لفظ اے ایمان والو ہے ایمان والیاں تو نہیں اس لئے یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے تو یہ اس کی جہالت ہوگی کیونکہ اسی طرح اور کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہی لفظ فرمایا ہے تمام مرد و عورتوں کے لئے، مثال کے طور پر:

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔“
(سورۃ الانفال۔ 24)

اس کے علاوہ ایک اور جگہ فرمایا:



ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزمان) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لے آؤ۔“ (سورة النساء-136)

نیز دیکھیے: سورة البقرہ 183، سورة الحجرات 1، 2، 6- سورة المائدة 1، 2، 6، 8 وغیرہ) ان تمام آیات میں بھی لفظ (یا ایہا الذین امنوا: یعنی اے ایمان والو) استعمال ہوا ہے یعنی ثابت ہوا کہ جہاں بھی یہ لفظ ہوگا وہاں مخاطب سب مومن ہونگے چاہے وہ مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا وغیرہ۔

اب جو آیت ہم نے پیش کی ہے سورة الجمعة والی اس میں ہے کہ اے ایمان والو جب جمعہ کیا اذان دی جائے تو نماز کی طرف آؤ۔ لیکن عورتوں پر تو جمعہ فرض ہی نہیں ہے پھر انہیں یہ حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو ظاہر سی بات ہے کوئی ایسی اختلاف نکالنے والی سوچ والا بندہ تو یہی سوچے گا ناکہ یہ بھی قرآن و حدیث میں اختلاف آگیا ہے، اب یا تو قرآن کو غلط کہیں (معاذ اللہ) یا پھر یہ کہیں کہ عورتوں پر بھی جمعہ کی نماز فرض ہے؟

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے۔“ (الانعام-145)

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح بتا دیا کہ اے رسول ﷺ کہہ دو کہ جو باتیں مجھ پر وحی کے ذریعے سے نازل ہوئی ہیں ان میں ان ان



باتوں کے علاوہ اور کوئی چیز جو کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا۔ اس کے برعکس کتا، گدھا وغیرہ جانوروں کو بھی رسول پاک ﷺ نے حدیث کے ذریعہ سے حرام بتلایا۔ اب کوئی اگر اعتراض کرے کہ قرآن تو کہتا ہے مجھ پر جو وحی ہوئی ہے ان میں ان چیزوں کے علاوہ اور کوئی کھانے کی چیز حرام نہیں ہے لیکن رسول پاک ﷺ نے فرمایا نہیں اور بھی کئی چیزیں حرام ہیں، اب یا تو وہ لوگ ایسے اختلاف کی وجہ سے احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں وہ لوگ حدیث کو بھی وحی مان پر اس پر بھی ایمان لائیں، یا پھر کتا اور گدھا کھانا بھی شروع کریں کیونکہ قرآن تو کہتا ہے کہ ان چند چیزوں جن کا ذکر قرآن میں ہے ان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی کھانے میں حرام نہیں ہے۔

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کہ پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔“ (سورۃ النساء- 101)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم فرما دیا کہ جب تمہیں کسی سفر میں دشمن کا خوف ہو تو اس حالت میں نماز کو قصر یعنی کم کر سکتے ہو، لیکن اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے عام سفر میں جس میں انہیں کسی کا کوئی خوف نہیں ہوتا تھا یعنی امن کی حالت میں بھی نماز کو قصر فرمایا کرتے تھے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال آیا کہ قرآن نے صرف خوف کی حالت میں قصر کا حکم دیا ہے اب تو امن کی حالت ہے تو اب قصر کیونکر پڑھی جائے؟ روایت ملاحظہ فرمائیں: ”یعلیٰ بن امیہ نے کہا میں



نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اگر قصر کرو تم نماز میں اگر خوف ہو تم کو کہ کافر لوگ ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر کی کیا ضرورت ہے؟) تو انہوں نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تم کو تعجب ہوا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ نے تم کو صدقہ دیا تو اس کا صدقہ قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو) “ (صحیح مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا)

اب کوئی یہی اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن نے تو صرف خوف کی حالت میں قصر کی اجازت دی ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے امن کی حالت میں بھی قصر کی اجازت دی ہے اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ دیا ہے، اور اس صدقہ کا ذکر قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے، اب یا تو یہ کہیں کہ یہ حدیث بھی قرآن کے خلاف ہے اور وہ تمام احادیث جن میں رسول پاک ﷺ نے امن کی حالت میں قصر کیا وہ بھی سب احادیث قرآن کے خلاف ہیں، یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بالکل یہ تمام احادیث قرآن کے ساتھ ظاہری طرح سے متعارض تو ہیں۔

لیکن حقیقی اختلاف نہیں ہے ان میں، کیونکہ قرآن اور احادیث دونوں ہی وحی الہی ہیں، اگر ظاہری تعارض ہو بھی جائے تب بھی ہم دونوں کو مانیں گے نہ کہ ایک کو چھوڑ کر ایک کو مانیں گے، اگر ایک کو چھوڑ ہی دینا ہے تو ایسا تعارض تو قرآن پاک میں بھی کئی مقامات پر ہے تو کیا وہاں بھی ایک آیت کو چھوڑ کر ایک کو لے لیں؟

اسلام پر امن مذہب ہے!!

یہودیت:

اس وقت دنیا میں سیاسی معاشی طور پر سب سے زیادہ منظم، خطرناک اور طاقت ور قوم یہودی ہے۔ ان کی جڑیں ہماری سوچ سے کہیں زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔ یہودی انتہاء پسند، متعصب، نسل پرست اور سازشی ہیں۔ تاریخ کے اوراق اگر پلٹ کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہودی راندہ درگاہ ہیں اس کی وجہ وہ خاص دشمن سرگرمیاں ہیں جن میں وہ ملوث ہیں۔ یہودی دوسری اقوام کو برداشت کرنے میں بخیل ہیں۔ خاص طور پر ان کا مسلمانوں کے ساتھ بغض و حسد کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اہل اسلام کو جب کبھی شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کے پیچھے یہودیوں کی سازشیں کارفرما ہی ہیں۔

خلافت کا جھگڑا، بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنت کا زوال سب کے پیچھے یہودی سازش موجود ہے۔ یہود ازل تا حال ایک سرکش، نافرمان، بے لگام، دہشت گرد اور عہد شکن قوم ہے ان کی اس طرح کی خصلتوں کا ذکر قرآن مجید کی کئی آیات میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ ان کے برے اعمال و افکار، بار بار نافرمانیوں اور سرکشی کے باعث قدرت نے اپنا منہ موڑ لیا جس کی وجہ سے یہ قوم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہی ہے، ان کے ساتھ بحکم خداوندی قتال کیا گیا، جلا وطن بھی کیا گیا، ان کو در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔

اس سرکش اور نافرمان قوم نے پورے عالم میں زبردستی طوائف الملوک کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔ اب مسلم ممالک اس بدسلوکی کی وجہ سے آپس میں دست و



گرمیاں ہیں۔ ایک دوسرے پر اپنی برتری جتنا، ملکی حالات کا دگرگوں ہونا، سیاسی و مذہبی، لسانی و گروہی فسادات، تعصبات کو ہوا دینا یہ تمام مسائل اسی فتنہ پرور قوم کے کیا دھرا ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کا مذہب بلاشبہ قدیم ترین مذہب توحید ہے، یہ قانون اور عقائد کا مجموعہ ہے۔ یہودیوں کی اساس یہ ہے کہ خدا کو قادر مطلق مانا جائے جو کائنات کا خالق ہے اور انہیں یقین کامل ہے کہ وہ یہودیت کے ذریعے دنیا کے احیاء کا کام انجام دیں گے تاہم وہ خدا کو صرف اسرائیل ہی کا خدا مانتے ہیں۔

یہودیت کی بنیاد دو عقائد پر ہے: ایک یہ کہ یہودی اسرائیلی کبھی نہ کبھی بہر حال کنعان کی ارض موعود میں واپس جائیں گے۔ ان میں سے ایک مسیح پیدا ہو گا جو یہودیوں کے خدا کو ساری دنیا میں منوائے گا اور یہودیوں کو ساری دنیا کا حکمران بنائے گا۔ یہودیوں کے وہ عقائد ہیں جو کل عالم اور بالخصوص عالم اسلام کے لیے انتہائی مہلک ہیں۔ یہودی ہر حال میں چالاکی، طاقت، سیاسی چال بازی اور معاشی دہشت گردی سے دنیا کی حکمرانی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے سرکردہ لیڈر تھیوڈور ہرزل کا تیار کردہ میثاق اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ یہودیوں کی بالآخر حکومت کے بارے میں اپنا نظریہ میثاق اس طرح بیان کرتے ہیں: مختلف ذرائع سے دنیا کو اس درجے ہلکا کر دیں گے کہ بالآخر تھک ہار کر ماننے پر مجبور ہو جائے گی اس طرح بین الاقوامی طاقتوں کے باگیں ہمارے ہاتھوں میں منتقل ہو جائیں گی اور رفتہ رفتہ بغیر کسی فوج کے تمام دنیا کی طاقت ایک جگہ مرکوز کر کے ہم اپنی سپر گورنمنٹ بناسکیں گے موجودہ حکمرانوں کی جگہ ہم دھوکہ کی بناء پر گورنمنٹ ایڈمنسٹریشن قائم کریں۔

یہودی توریت کے حوالے سے فلسطین کو ارض موعود کا نام دیتے ہیں اور



اسے اپنی سرزمین سمجھتے ہیں اسے حاصل کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہودیت نے پوری دنیا پر اپنا سازشی جال بچھایا ہوا ہے اور اس کے ذریعے کسی حد تک یورپی ممالک کو اپنا ہم نوا بنالیا ہے مگر اس تمام عرصے میں اسلامی ممالک ہی اس کی راہ میں رکاوٹ بنے رہے اب جبکہ روس کے بعد امریکہ واحد بڑی طاقت بن گیا ہے تو یہودیوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے اور پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے امریکہ سامنے لاکھڑا کیا۔ امریکہ میں مقیم یہودیوں کی تعداد 20 فیصد ہے جب اس کی 70 فیصد معیشت پر قبضہ ہے۔ اسرائیل کی ریاست قائم کرنے میں امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک کا ہاتھ تھا اور انہی یورپی ممالک نے اسے سب سے پہلے تسلیم کیا۔

یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جن کا لقب بنی اسرائیل تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ایک بیٹا یہوداہ تھا۔ اس نام کی کنیت کی وجہ سے وہ یہودی ہیں۔

بیت المقدس کے بانی حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور ہیکل سلیمانی حضرت سلیمان علیہ السلام نے نصب کیا تھا۔ یہودی بیت المقدس کے حصول اور ہیکل سلیمانی کا دوبارہ تعمیر کے لیے کوشش کرتے رہے اور اس کی خاطر انہوں نے کئی پیغمبروں کا خون بہایا ہے۔

یہود کو حضرت یوسف، حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے بعد آنے والے پیغمبروں کے دور میں شان و شوکت اور عروج حاصل رہا مگر مختلف طریقوں سے حرام کو حلال میں تبدیل کرنے پر ان پر عذاب نازل ہوتا رہا۔

یہود بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور وہ خنزیر اور بندر بنادیے گئے۔

بھ..... الشیخ محمد نواز الحدادی رحمہ اللہ

قسط نمبر 5:

عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں... علمی و تحقیقی تجزیہ چوتھی وجہ: مختصر کو طویل کرنا ہے:

ترجمہ کی صورت میں خطبہ جمعہ لمبا ہو جائے گا، حالانکہ اس کا مختصر ہونا ضروری نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ خطبہ جمعہ مختصر ہو اگر عربی کے ساتھ اس کا غیر عربی میں ترجمہ بھی کیا گیا تو لامحالہ خطبہ جمعہ لمبا ہو جائے گا جو کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہے۔

خطبہ جمعہ کے مختصر ہونے کے سلسلے میں کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر 1:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كُنْتُ أَصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا.

(صحیح مسلم ج 1 ص 284 جامع الترمذی ج 1 ص 113 سنن الدارمی ج 1 ص 440)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔

حدیث نمبر 2:

عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانٍ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ: خَطَبَنَا عُمَارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ فَأَوْجَزَ وَأَبْلَغَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ لَقَدْ أَبْلَغْتَ وَأَوْجَزْتَ فَلَوْ كُنْتَ تَنَقَّسْتَ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ طُولَ صَلَاةٍ



الرَّجُلِ وَقَصَرَ خُطْبَتَهُ مِئْتَةً مِنْ فَقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ. وَإِنَّ
(صحیح مسلم ج 1 ص 286 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت واصل بن حیان سے روایت ہے کہ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے خطبہ پڑھا۔ آپ نے اسے مختصر کیا اور کمال کو پہنچایا پس جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا: اے ابو الیقظان آپ نے خطبہ کمال کو پہنچایا اور مختصر کیا، کاش آپ ذرا دراز کر دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز کی درازی اور خطبہ کا اختصار اس کی عقل مندی اور فہم کی دلیل ہے، تم نماز کو دراز کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو اور بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر 3:

عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَقِيلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيَقْلِلُ اللَّغْوَ وَيُطِيلُ الصَّلَاةَ وَيُقْصِرُ الْخُطْبَةَ. (نسائی ج 1 ص 166 مطبوعہ المكتبة السلفية لاہور)

حضرت حسین بن واقد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یحییٰ بن عقیل نے انہوں نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کثرت سے کیا کرتے تھے اور فضول کام بالکل نہ کرتے تھے اور نماز لمبی کرتے تھے اور خطبہ مختصر دیتے تھے۔

حدیث نمبر 4:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِقْصَارِ الْخُطْبِ. (سنن ابی داؤد ج 1 ص 165، سنن کبریٰ للبیہقی ج 3 ص 208)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبوں کو مختصر کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث نمبر 5:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: أَطِيلُوا هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَأَقْصِرُوا هَذِهِ الْخُطْبَةَ يَغْنَى صَلَاةُ الْجُمُعَةِ.

(سنن کبریٰ للبیہقی ج 3 ص 208 باب ما يستحب من القصد في الكلام وترك التظويل)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس جمعہ کی نماز کو لمبا کرو اور خطبہ کو مختصر کرو۔

حدیث نمبر 6:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السَّوَامِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لَا يُطِيلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِثْمًا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيرَاتٌ.

(سنن ابی داود ج 1 ص 165، سنن کبریٰ للبیہقی ج 3 ص 208)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ لمبا نہ ہوتا تھا، وہ تو چند کلمات ہوتے تھے۔

مذکورہ روایات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور حکم یہ ہے کہ خطبہ جمعہ نماز سے مختصر ہو ترجمہ کرنے کی صورت میں خطبہ نماز سے لمبا ہو جائے گا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

پانچویں وجہ:

خطبہ جمعہ امور تعبدیہ میں سے ہے اور امور تعبدیہ میں مصالح سے تغیر نہیں ہوتا۔ شریعت کے بعض احکام محض بندگی ظاہر کرنے کے لیے ہیں ان میں شریعت



کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا جاتا ہے، اپنی عقل سے کوئی مصلحت سوچ کر اس میں تبدیلی نہیں کی جاتی جیسا کہ تیمم کا معاملہ ہے مٹی سے تیمم کی صورت میں بظاہر چہرہ صاف ہونے کی بجائے مزید مٹی آلود ہو جاتا ہے، کوئی اگر اپنی عقل سے یہ سوچ کر تیمم کو صحیح نہ سمجھے تو یہ اس کی عقل کا قصور ہے، کیونکہ تیمم شریعت کا حکم ہے اور شریعت کے احکام میں اپنی عقل سے کوئی وجہ سوچ کر تبدیلی نہیں کی جاسکتی اسی طرح خطبہ جمعہ کا معاملہ ہے یہ بھی شریعت کا حکم ہے اپنی عقل سے کوئی مصلحت دیکھ کر اس میں تبدیلی درست نہ ہوگی۔

چھٹی وجہ:

خطبہ جمعہ شعائر اسلام میں سے ہے اور شعائر اسلام میں تبدیلی جائز نہیں:

اسلامی شعائر وہ ہیں جن کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ اسلام اور اسلاف نے اختیار فرمایا ہے اور تقریباً تیرہ سو سال سے شرقاً اور غرباً، شمالاً اور جنوباً تمام امت نے اختیار کیا، ان میں تبدیلی شریعت اسلام میں تبدیلی کے مترادف ہے اسی لیے اسلاف نے اس میں تبدیلی کو ناجائز فرمایا ہے، جیسا کہ اذان اور اقامت شعائر اسلام میں سے ہیں ان کا مقصد لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنا ہے کوئی کہنے والا اگر کہے کہ اذان کا مقصد تو لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے لہذا عربی میں کیا پتہ کہ موذن کیا کہہ رہا ہے؟ اردو میں اگر لوگوں کو نماز کا کہا جائے تو لوگوں کو زیادہ سمجھ آئے گی اس لیے اذان اردو میں کہہ لینا بہتر ہوگا، تو علماء اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے، اور شعائر اسلام میں تبدیلی جائز نہیں ہوتی، اسی طرح خطبہ جمعہ بھی شعائر اسلام میں سے ہے اس میں بھی تبدیلی درست نہ ہوگی، یہی بات اردو خطبہ کے جواز



کے قائل حضرات کے مدوح علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے:

فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش
والروم والعجم وغيرهم من الاعاجم وحضروا مجالس الجمع والاعياد
وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع
ذلك لم يخطب لهم احد منهم بغير العربية۔

(رسالہ اکام النفائس ملحقہ مجموعہ رسائل لکھنوی ج 4 ص 47)

بڑے بڑے شہر اور علاقے فتح ہوئے اور اکثر حبشی رومی اور کئی طرح کے
عجمی مسلمان ہوئے وہ جمعہ اور عیدوں اور ان کے علاوہ شعائر اسلام کی مجالس میں
شریک ہوئے اور ان میں سے اکثر عربی زبان نہ جانتے تھے، اس کے باوجود ان میں
سے کسی کے لیے غیر عربی میں خطبہ نہیں دیا گیا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ خطبہ جمعہ کا مقصود اصلی صرف وعظ و تذکیر نہیں بلکہ ذکر
اللہ اور ایک عبادت ہے اور ایک جماعت فقہاء کی اسی وجہ سے اس کو دور کعتوں کا قائم
مقام کہتی ہے تو اب یہ سوال سرے سے منقطع ہو گیا کہ جب مخاطب عربی عبارت کو
سمجھتے ہی نہیں تو عربی میں خطبہ پڑھنے سے کیا فائدہ؟

کیونکہ اگر یہ سوال خطبہ پر عائد ہو گا تو پھر صرف خطبہ پر نہ رہے گا بلکہ نماز
اور قرات قرآن اور اذان و اقامت اور تکبیرات نماز وغیرہ سب پر یہی سوال عائد
ہو جائے گا بلکہ قرات قرآن پر بہ نسبت خطبہ کے زیادہ چسپاں ہوتا ہے کیونکہ قرآن
مجید کی غرض و غایت تو اول سے آخر تک ہدایت ہی ہدایت ہے اور وہ تبلیغ احکام الہی
کے لیے نازل ہوا ہے اور پھر اذان و اقامت اور تکبیرات جن کا مقصد محض لوگوں کو



جمع کرنا یا کسی خاص عمل کا اعلان کرنا ہے یہاں بھی یہ سوال بہ نسبت خطبہ کے زیادہ وضاحت کے ساتھ عائد ہو گا کہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ کو جانتا ہے نماز کو چلو، نماز کو چلو کی آواز دینی چاہیے یا کم از کم ترجمہ کر دینا چاہیے۔

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اذان تو کلمات مقررہ میں ایک اصطلاح سی ہو گئی ہے باوجود معانی نہ سمجھنے کے بھی مقصد اعلان حاصل ہے، تو صحیح نہیں کیونکہ نفس اعلان اور اصطلاح کے لیے تو چند کلمات تکبیر و شہادتین بھی کافی تھے، ان سے اعلان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سے سارے باقی الفاظ کا کہنا ہی فضول ہو گا۔ لیکن غالباً کوئی سمجھ دار مسلمان اس کو تجویز نہ کرے گا کہ نماز مع قرات و تکبیرات کے اور اسی طرح تمام شعائر اسلام اذان و اقامت وغیرہ کو اردو یا دوسری ملکی زبانوں میں پڑھا جایا کرے بلکہ جانتے ہیں، کہ قرآن مجید کی اصلی غرض اگرچہ تبلیغ احکام ہی ہے، لیکن نماز میں اس کے پڑھنے کی غرض اصلی یہ نہیں بلکہ وہاں صرف اداء عبادت اور ذکر اللہ مقصود ہے اور نماز میں اسی حیثیت سے قرات قرآن کی جاتی ہے تبلیغ و وعظ مقصد نہیں ہوتا اور اگر حاصل ہو جائے تو وہ ضمنی ہے۔

ٹھیک اسی طرح خطبہ جمعہ کو سمجھنا چاہیے کہ اس کا مقصد اصلی ذکر و عبادت ہے اور وعظ و پند جو اس میں ہے، تبعائی حاصل ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ کوئی حرج نہیں، اس لیے قرات قرآن اور تکبیرات و اذان وغیرہ کی طرح خطبہ جمعہ کو بھی خالص عربی میں پڑھنا چاہیے دوسری زبان میں پڑھنا یا عربی میں پڑھ کر ترجمہ کرنا خلاف سنت بلکہ بدعت و ناجائز ہے اور نماز تو اس طرح ادا ہی نہ ہوگی۔

(جواہر الفقہ ج 1 ص 357، 358)

عقلاء کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ ہر قوم کی زبان اور لغت کو طرز



معاشرت اور اخلاق اور عقل و دین میں نہایت قوی دخل ہے اور ہر لغت اور زبان کے کچھ اثرات مخصوصہ ہیں کہ جب کسی قوم اور کسی ملک میں وہ زبان پھیلتی ہے تو وہ اثرات بھی ساتھ ساتھ عالمگیر ہو جاتے ہیں، ہندوستان کی موجودہ حالت کو اب سے پچاس برس پہلے کی حالت کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے تو اس کی تصدیق آنکھوں کے سامنے آجائے گی کہ جس وقت تک ہندوستان میں انگریزی زبان کی یہ کثرت نہ تھی، اس دہریت و تفریح اور آزادی و بے قیدی کی بھی یہ کثرت نہ تھی، سرکاری اسکولوں کے ذریعہ ملک میں اس زبان کو عام کیا گیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا ہندوستان کے طرز معاشرت اور اخلاق و تدین سب ہی پر ڈاکہ ڈال دیا۔

زبان کی اشاعت و عموم کے ساتھ ہی ساتھ انگریزی معاشرت یورپین خیالات یورپین آزادی و دہریت و بے وقار کی طرح پھیل گئی اور جس وقت مسلمانوں کی قسمت میں ترقی لکھی تھی تو ان کے لیے بھی عربی زبان کی اشاعت نے وہی کام کیا تھا جو آج غیروں کی زبان کر رہی ہے بلکہ اگر تاریخ دیکھی جائے تو بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ عربی زبان نے تمام دنیا کو ایسا مفتوح کیا تھا کہ کوئی خطہ بھی اس کے حلقہ اثر سے خارج نہ رہا تھا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال کامل تمام عالم پر ایسی حکومت کی دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے یقیناً عاجز ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں عرب و عجم کی زبان پر مفصل کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے:

واعلم ان اعتیاد اللغة موثر فی العقل والخلق والدين تأثیر اقویا بینا۔

سمجھ لو کہ کسی خاص زبان کی عادت ڈال لینا عقل اور اخلاق اور دین میں بہت بڑی قوی تاثیر رکھتا ہے جو بالکل ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ ہر بادشاہ اپنی قومی زبان

کو اپنی مملکت میں رائج کرنے کے لیے طرح طرح کی کوشش کرتا ہے۔
ہندوستان میں زبان انگریزی کی ترویج اور اس کا سیاسی مقصد:

یورپین اقوام جو آزادی و حریت کی بہت دعویدار ہیں اور مساوات کا دم بھرتی ہیں جس وقت ہندوستان پر قبضہ کرتی ہیں تو ہزاروں طرح کی کوشش کر کے اور کروڑوں روپیہ خرچ کر کے اپنی خاص قومی زبان کو ہندوستان کی معاشرت کا جزو اعظم بنادیتی ہیں ہندوستان میں اب اگرچہ مجموعی حیثیت سے مردم شماری پر نظر ڈالی جائے کل ہندوستانی قلمرو میں شاید پانچ فیصد اشخاص بھی انگریزی جاننے والے نہ نکلیں گے لیکن اس کے باوجود حکومت کی طرف سے جو پرزہ کاغذ چلتا ہے تو انگریزی زبان کے سکے کے ساتھ چلتا ہے ڈاکخانہ کے تمام کاغذات ریلوے کے ٹکٹ بلٹیاں اور تمام کاغذات تمام عدالتوں کے عام کاغذات جو خاص طور سے ہندوستانیوں ہی کی اطلاع و کاروبار کے لیے جاری کیے جاتے ہیں وہ سب انگریزی زبان میں لکھے جاتے ہیں خلق اللہ اس غیر زبان کی وجہ سے پریشان ہوتی ہے اور اصحاب معاملہ کو محض اس زبان کی دقت کی وجہ سے دو گنا خرچ ترجمانی وغیرہ میں برداشت کرنا پڑتا ہے، مگر حکومت اس کی پرواہ نہیں کرتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا اس پر مجبور ہو گئی کہ انگریزی زبان حاصل کرے اس کے بغیر زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا۔

کوئی پوچھے کہ اس میں کوئی اہل ملک کی مصلحت تھی؟ ہرگز نہیں، محض سیاسی اور وہ یہ کہ اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرنا اور طرز معاشرت و تمدن اور اپنی نام نہاد تہذیب کو دنیا میں رواج دینا ہمارے روشن خیال برادر جو علماء سے یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ عربی زبان میں خطبہ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کبھی اس طرف بھی نظر عنایت متوجہ فرمائی ہے کہ انگریزی میں ڈاک اور ریل کے ٹکٹ اور ریل کی بلٹی وغیرہ چھاپنے



سے کیا فائدہ؟ سفر کرنے والے عموماً انگریزی دان نہیں، اگر وہ حکومت کی اس گہری چال پر نظر ڈالتے تو انہیں خطبہ کی عربی ہونے کی حکمت خود بخود معلوم ہو جاتی۔

عربی زبان کی بعض خصوصیات:

اس کے بعد اس پر غور کیجیے کہ یہی وہ بات ہے جس کو یورپ سے بہت پہلے مسلمانوں نے سمجھا اور چونکہ یہ ایک فطری اور طبعی طریقہ اسلامی شعائر کی اشاعت کا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طرز عمل سے اس کو اتنا مؤکد کر دیا کہ تمام عمر اس کے خلاف کی ایک نظیر بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں عربی زبان نے تمام عالم کو فتح کر لیا اور اس طرح فتح کیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کیوں کہ تاریخ اقوام پر نظر ڈالنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ جس وقت عربی زبان ممالک عجم میں مسلمانوں کی فاتحانہ مداخلت کے ساتھ داخل ہوئی تو بغیر کسی ایسے ناجائز جبر و تشدد کے جو آج ہم پر روار کھا جاتا ہے، عربی زبان کی جاذبانہ محبوبیت سے اس طرح لوگوں کے قلوب میں جگہ لی کہ تھوڑی ہی مدت میں بہت سے ممالک عجم کی اپنی اصلی زبانیں بالکل متروک ہو کر عربی زبان ہی ملکی زبان ہو گئی۔

مصر اور شام میں اسلام سے پہلے رومی زبان رائج تھی مسلمانوں کے داخل ہوتے ہی عربی زبان نے ملکی زبان کی جگہ لے لی، اسی طرح عراق اور خراسان کی وطنی زبان فارسی تھی کچھ عرصہ کے بعد متروک ہو کر عربی رائج ہو گئی، چنانچہ عراق کا ایک بہت بڑا حصہ آج تک عربی زبان کا پابند ہے جس کو عراق عرب ہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، البتہ خراسان میں انقلابات و حوادث کی بناء پر پھر فارسیت غالب ہو گئی، ممالک مغربی یورپ وغیرہ میں بربری زبان رائج تھی وہاں بھی عربی زبان نے اپنا سکھ

جمالیا، (صرح بہ ابن تیمیہ فی اقتضاء الصراط المستقیم)

اگرچہ آج مدت مدیدہ کے بعد اب عربی وہاں باقی نہیں رہی لیکن عربی لغت کے بہت سے آثار آج بھی انگریزی اور جرمنی اور فرانسیسی زبان میں موجود ہیں جیسا کہ انگریز مؤرخوں اور بعض منصف مصنفین نے اس کا اقرار کیا ہے۔ نماز اور اذان اور خطبہ وغیرہ کو خالص عربی زبان میں رکھنا اسلام کا ایک اہم مذہبی اور سیاسی مقصد ہے۔ الغرض شعائر اسلامیہ نماز، اذان، تکبیر، اور خطبے جو مشاہد عامہ میں پڑھے جاتے ہیں ان کو عربی زبان میں کرنے کا سیاسی مقصد ہی یہ تھا کہ جب لوگ نہ سمجھیں گے اور ہر وقت اس سے سابقہ پڑے گا تو خواہ مخواہ عربی زبان سیکھنے کی طرف توجہ ہوگی جو کہ قرآن و حدیث اور علوم شرعیہ کی ترجمان زبان ہے اور جس کا سیکھنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے چنانچہ یہی ہوا، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ زبان کا اثر اخلاق و عادات اور معاشرت معاملات پر بہت گہرا ہوتا ہے عربی زبان کے بھی آثار مخصوصہ اس کے ساتھ ساتھ ہی عالمگیر ہو گئے۔ الغرض ان شعائر اسلامیہ کو عربی زبان میں رکھنے کی حکمت ایک سیاسی غرض ہے اور خطبہ جمعہ میں خصوصیت سے سیاست کا بھی مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(جواہر الفقہ ج 1 ص 359 تا 363)

مفتی صاحب نے یہ مقالہ پاکستان بننے سے پہلے تحریر فرمایا تھا، اس وقت انگریز کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزی زبان کی یہ اہمیت تھی، تو آج اس زبان کی اہمیت انگریزی نظام کی وجہ سے پہلے سے کہیں زیادہ لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے اسلام بھی یہی چاہتا ہے جہاں یہ جائے تو اس کی قومی زبان عربی بھی ساتھ جائے۔

(.....جاری ہے)

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکلی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

❖ مرکز اہل السنۃ والجماعت میں مورخہ 18 ستمبر تا 2 اکتوبر عید الاضحیٰ کی تعطیلات ہونیں۔ تمام طلباء کو چھٹیاں کارآمد بنانے کی ہدایات دی گئیں۔

❖ یکم اکتوبر جمعرات مرکز میں اصلاحی بیان، مجلس ذکر ہوئی بعد ازاں کثیر افراد حضرت الشیخ مولانا محمد الیاس گھمن سے چاروں سلاسل میں بیعت ہوئے۔

❖ یکم اکتوبر بروز جمعرات ماہانہ تین روزہ تحقیق المسائل کورس ہوا۔

❖ 12 اکتوبر شوریٰ مرکز نے تعلیمی نظام کو مزید بہتر بنانے کے لیے پندرہ روزہ تعلیمی جائزہ ضروری قرار دیا گیا۔

❖ 12 اکتوبر بروز جمعرات مکتبہ اہل السنۃ والجماعت کے انچارج عزیزم مولانا عرفان جمیل کی والدہ کا انتقال ہوا۔ جنازہ میں مرکز کے اساتذہ و طلباء شریک ہوئے۔

❖ مولانا محمد الیاس گھمن 24 روزہ تبلیغی دورے کیلئے بیرون تشریف لے گئے۔

علاقہ	از	تا	مدت قیام
دہلی	17 اکتوبر	12 اکتوبر	6 دن
نیپال	13 اکتوبر	16 اکتوبر	3 دن
ملائیشیا	17 اکتوبر	22 اکتوبر	6 دن
کینیا	23 اکتوبر	31 اکتوبر	9 دن

ماہنامہ فقہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا محمد نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا محمد شہباز	کبیر والا	03066310082
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اداکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
ذوالقرنین حیدر	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808